تصوف!

قرآن وسنت کی روشنی میں (دوسری اور آخری قسط)

ڈاکٹر بشیر احمد رِند

۴:...... برداشت اور رَواداری

صوفیائے کرام کا یہ شیوہ رہا ہے کے وہ اپنے اور پرائے، مسلم اور غیر مسلم، نیک اور بد، موافق اور مخالف سب کے ساتھ برداشت، رَواداری اور حسن سلوک کا رویہ رکھتے ہیں اور اپنے معتقدین کو بھی اسی چیز کا درس دیتے ہیں، چنانچہ حضرت حسن بصریؒ کے بارے میں منقول ہے کہ: ''اُنہیں کچھ لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص آپ کی عیب گوئی کررہا ہے، تو آپؒ نے بجائے اس پر غصہ کرنے یا انتقام لینے کے بطور تحفہ اس کو تازہ کھجوریں بھیج دیں''۔ (۱)

بندۂ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مؤمن شفیق (۲)

''جو بندہ عشقِ الٰہی میں سرشار ہوتا ہے وہ الٰہی راستے پر چلتا ہے اور (برداشت اور رَواداری سے کام لیتے ہوئے) مؤمن وکافر سب پر مہربان ہوتا ہے''۔

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس

''ہم نے سکندر ودارا کے قصے نہیں پڑھے، ہم سے محبت اور وفاداری کے سوا اور کوئی بات مت پوچھ''۔

اس سلسلے میں شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ فرماتے ہیں:

هوچوئي تون م چئو واتان ورائي
اڳ اڳرائي جوڪري خطا سو ڪائي
پاند ۾ پائي ويو ڪيني وارو ڪين ڪي (۳)

''اے دوست! اگر کوئی تمہیں برا بھلا کہے تو پلٹ کر اسے جواب نہ دو (بلکہ
برداشت سے کام لو) ایسی باتوں میں جو پہل کرتا ہے وہی خطا کار ہوتا ہے،
حسد اور کینہ اندر رکھنے والا کچھ حاصل نہیں کر پاتا''۔

شاہ صاحبؒ کا یہ شعر صوفیانہ فلسفے اور رواداری کی کتنی بہترین عکاسی کرتا ہے۔ اسی کو تو برداشت اور رَواداری کہا جاتا ہے کے دوسروں کی چڑ دلانے والی باتوں کو برداشت کیا جائے اور بجائے انتقام لینے کے عفوو درگزر سے کام لیا جائے۔

اسی تعلیم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ''۔ (۴)

ترجمہ: ''اور (جنت ایسے لوگوں کے لیے تیار ہے) جو غصے کو دباتے ہیں اور
لوگوں کو معاف کرتے ہیں (اور لوگوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتے ہیں)
اور خدا احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''۔

مذہبی رَواداری کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ''۔ (۵)

ترجمہ: ''تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔''

کسی کے باطل مذہبی رہنما یا باطل خدا کو بھی برا بھلا کہنے سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ''۔ (۶)

ترجمہ: ''تم ان کو برا بھلا مت کہو، جن کو لوگ پوجتے ہیں خدا کو چھوڑ کر، ورنہ
وہ دشمنی اور نادانی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کریں گے۔''

مذہبی مخالفت کی بنا پر کسی سے بے انصافی کرنے سے روکتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى''۔ (۷)

ترجمہ: ''کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے ساتھ
ناانصافی کرو، تم انصاف کرو، انصاف تقویٰ کے قریب ہے۔''

جو لوگ نبی کریم ﷺ کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور جاہلانہ رویے سے پیش آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے ساتھ نرمی کرنے، درگزر کرنے، رَواداری اور برداشت سے پیش آنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

'' خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ''۔ (۸)

ترجمہ: ''عفوو درگزر سے کام لو، اچھائی کا کہتے رہو اور جاہلوں سے روگردانی

کرتے رہو۔''

آپ ﷺ نے برداشت اور رَواداری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

''لا تکونوا اِمَّعَةً تقولون: إن أحسن الناسُ أحسنًا وإن ظلموا ظلمنا ولكن وطنوا أنفسكم، إن أحسن الناسُ أن تحسنوا وإن أساء وا فلا تظلموا ''۔ (۹)

''انتقام اور بدلہ لینے والا ذہن مت رکھو کہ یوں کہو کہ: اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھائی کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھائی کریں گے، لیکن اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے، بلکہ یہ ذہن بناؤ کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ اچھائی کریں تو تم ان کے ساتھ اچھائی کرو، لیکن اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم مت کرو (بلکہ عدل وانصاف سے کام لو)۔

آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ پر اہل مکہ کے مظالم اور ستم رسانیاں سب کو معلوم ہیں، لیکن فتح مکہ کے موقع پر ان پر قابو پانے کے بعد آپ ﷺ نے جس بردباری اور رواداری کا ثبوت دیا، انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، چنانچہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہوکر عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

''لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ''۔ (۱۰)

ترجمہ: ''تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ! تم سب آزاد ہو۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صوفیأ کا تحمل اور رواداری کو اپنانا یا اس کی تعلیم دینا سراسر قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔

۵:......خدمتِ خلق

اس وقت دنیا میں Give and take ''لو اور دو'' کا اصول عوام الناس کی فطرت کا لازمی حصہ بن چکا ہے۔ کوئی شخص کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اسے بدلے میں کیا ملے گا؟ جب تک یہ امید نہ ہو، اس وقت تک کوئی قدم نیکی کی طرف نہیں اُٹھتا اور نہ کسی اور کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

خودغرضی اور نفس پرستی کے اس جذبے کے برعکس صوفیأ کرام عوام الناس میں یہ روح پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر انسانیت کو فائدہ پہنچایا جائے۔ صوفیأ کے ہاں خلقِ خدا کی خدمت سے بڑھ کر کوئی نیکی کا عمل نہیں۔

چنانچہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

دل بدست آور کہ حج اکبر است

''لوگوں کو فائدہ پہنچا کر ان کا دل خوش کرو کہ یہ حجِ اکبر ہے''۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بتسبیح و سجادہ و دلق نیست (۱۱)

''طریقت خدمتِ خلق کے علاوہ اور کسی چیز کا نام نہیں۔ تسبیح، جائے نماز اور گدڑی کا نام نہیں''۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں:

''قیامت کے بازار میں کوئی اسباب اس قدر قیمتی نہ ہوگا جس قدر دلوں کو راحت پہنچانا''۔ (۱۲)

اور ان حضراتِ صوفیاؒ کے ہاں خلق آزاری سے بڑھ کر کوئی جرم کا عمل نہیں، چنانچہ حافظ شیرازیؒ فرماتے ہیں:

مباش در پئے آزار وہرچہ خواہی کن
کہ در طریقتِ ما بیش ازیں گناہے نیست (۱۳)

''خدا کی مخلوق کی اذیت کے درپئے مت ہو، باقی جو چاہو کرو، کیونکہ ہم صوفیاؒ کے طریقے میں خلق آزاری سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں۔''

اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ خلقِ خدا کو خدا کا کنبہ سمجھتے ہیں، اس لیے خلقِ خدا کی خدمت کو خدا کی خدمت اور خلقِ خدا کی اذیت کو خدا کو اذیت پہنچانے کے برابر سمجھتے ہیں۔ مولانا حالیؒ کہتے ہیں:

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا (۱۴)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صوفیاؒ حضرات انسانیت سے کتنی محبت کرتے ہیں اور ان کی راحت رسانی کی کتنی فکر کرتے ہیں، اور ان کے ہاں خلق آزاری کتنا بڑا جرم ہے!۔

اب ہم قرآن وسنت کی روشنی میں خدمتِ خلق کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کی خصوصی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ''۔ (۱۵)

ترجمہ: ''وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، اگر چہ وہ خود حاجت مند ہوتے ہیں''۔

دوسری جگہ پر ارشاد باری ہے:

''وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّ أَسِيْرًا ، إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا''۔ (۱۶)

ترجمہ: ''وہ خدا کی محبت کی خاطر مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تو تم کو بس اللہ کی رضا کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں، اور نہ تم سے اس کا عوض چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔''

مطلب یہ کہ مؤمنین کسی کے ساتھ بھلائی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے کہ اُنہیں بدلے میں کیا ملے گا، وہ تو صرف خدا کی رضا کی خاطر خدا کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں۔

آپ ﷺ نے خلق خدا کی خدمت پر ابھارنے کے لیے مختلف طریقوں سے ترغیب دی ہے، ایک موقع پر فرمایا:

''الساعی علی الأرملة والمساکین کالساعی فی سبیل اللّٰہ، أحسبه قال: کالقائم لا یفتر وکالصائم لایفطر''۔ (۱۷)

''بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرنے والا (خدا کے ہاں) ایسا ہے جیسے مجاهد فی سبیل اللہ، (راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ) آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ساری رات جاگ کر عبادت کرنے والے اور ہمیشہ روزے رکھنے والے کی طرح ہے۔''

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادھم وتعاطفھم کمثل الجسد، إذا اشتکی عضو تدعی لهٗ سائرُ الجسد بالسھر والحُمّٰی''۔ (۱۸)

''ایک دوسرے کے ساتھ رحم، محبت اور نرمی کرنے کے لحاظ سے تم دیکھو گے کہ مؤمن ایک جسم کی طرح ہیں، جسم کا جب کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

ایک اور روایت میں فرمایا:

''والذی نفسی بیدہٖ لایؤمن عبد حتی یحب لأخیه ما یحب لنفسه''۔ (۱۹)

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، کوئی بندہ اس وقت تک کامل مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ ہر کوئی اپنے ساتھ اچھائی اور نیکی چاہتا ہے اور اپنے ساتھ کبھی بھی برائی یا بدسلوکی پسند نہیں کرتا، اسی طرح ایک مؤمن بھی سب کی بھلائی چاہتا ہے اور کسی کی برائی نہیں چاہتا۔

مذکورہ بحث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ''تصوف'' اور صوفیائے حضرات کی تعلیم دراصل قرآن وسنت کا نچوڑ اور اس کی عملی صورت ہے۔

خلاصہ/ نتائج

مذکورہ بالا بحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

۱:......''تصوف'' عشق اور محبتِ خداوندی کا درس دیتا ہے۔

۲:......''تصوف'' اطاعتِ رسول (ﷺ) پر ابھارتا ہے اور ''تصوف'' کی نظر میں اطاعتِ رسول (ﷺ) کے بغیر خدا کی رضا کا حصول ناممکن ہے۔

۳:......''تصوف'' اپنے آپ کو فضائلِ اخلاق سے مزین کرنے اور رذائلِ اخلاق سے پاک کرنے کا درس دیتا ہے۔

۴:......''تصوف'' خلقِ خدا کی محبت اور اس کی خدمت کی تلقین کرتا ہے اور مخلوق کی کمی کوتاہیوں سے درگزر کرنے اور ان سے حسنِ خلق رکھنے کا سبق دیتا ہے اور صوفیاً کی نظر میں خلق آزاری سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

۵:......''تصوف'' دوست اور دشمن، اپنے اور پرائے کے فرق کے بغیر سب کے ساتھ رَواداری اور برداشت کا درس دیتا ہے۔

۶:......''اسلامی تصوف'' دراصل قرآن وسنت کا نچوڑ اور اسلامی تعلیمات کی روح اور اس کی عملی صورت کا نام ہے۔

مصادر ومراجع

۱......عطار شیخ فریدالدینؒ: تذکرۃ الاولیاء، مشتاق بک کارنر، لاہور، ص:۲۶۔
۲......علامہ اقبال بحوالہ ''تاریخ تصوف''، ص:۳۲۔
۳......شاہ جورسالو: سریمن کلیان، داستان:۸، ص:۹۸۔
۴......آل عمران:۱۲۴۔
۵......الکافرون:۶۔
۶......الانعام:۱۰۸۔
۷......المائدہ:۸۔
۸......الاعراف:۱۹۹۔
۹......مشکوٰۃ المصابیح، ص:۴۳۵۔
۱۰......ندوی سید سلیمانؒ: ''سیرت النبی ﷺ'' کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۵ء، ص:۳۰۰۔
۱۱......بحوالہ تاریخِ تصوف، ص:۱۴۴۔
۱۲......ایضاً، ص:۱۴۵۔
۱۳......ایضاً، ص:۳۳۔
۱۴......ایضاً، ص:۳۲۔
۱۵......الحشر:۹۔
۱۶......الدھر:۸،۹۔
۱۷......مشکوٰۃ المصابیح، ص:۴۲۲۔
۱۸......ایضاً، ص:۴۲۲۔
۱۹......صحیح البخاری، ص:۵، حدیث:۱۳۔